نام ہے۔ جب ہم زندگی کی ہر منزل کو بہ حیثیت مجموعی سمجھ لیتے ہیں، تو اس کو سمجھ لینے سے خود ایک نیا ہنر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہر گز صحیح نہیں، کیوں کہ کوئی ہنر یا فن تخلیقی فہم و ادراک نہیں پیدا کرتا۔ موجودہ تعلیم اس لیے قطعی ناکام ہے، کہ اس میں اکتساب فن پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ فن پر بہت زیادہ زور دینے کا نتیجہ انسان کو ہلاک کر دینا ہوتا ہے۔ زندگی کو پوری طرح سمجھے بغیر، اور خواہشات و خیالات کے رنگ ڈھنگ پر بلا جامع اور وسیع نظر ڈالے، محض صلاحیت و ہنر کے پیدا کر لینے سے بے رحمی اور سنگدلی میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس کی بدولت جنگ ہوا کرتی ہے اور حفظِ امن میں خلل پڑتا ہے۔ فنی ترقی سے سائنس و ریاضی کے ماہر یا انجینیر اور بسیط فضائے آسمانی پر قابو پا جانے والے ضرور پیدا ہو رہے ہیں، لیکن کیا وہ زندگی کی مجموعی وضع اور روش کو سمجھتے ہیں؟ کیا کوئی بھی ماہرِ فن زندگی کا تجربہ بحیثیت مجموعی کر سکتا ہے؟ یہ تو صرف اُسی صورت میں ممکن ہے جبکہ وہ صرف ماہر فن نہ رہے۔

اصطلاحی ترقی نے ہماری کچھ خاص خاص ضروریات اور مسائل کو یک گونہ ضرور حل کر دیا ہے، مگر اس نے کہیں زیادہ وسیع اور گہرے مسائل بھی پیدا کر دیے ہیں۔ حیات انسانی کی مجموعی حیثیت کا لحاظ نہ کر کے کسی خاص طرز کی یا محض سطحی زندگی بسر کرنا مصیبت اور بربادی کو مدعو کرنا ہے۔ ہر شخص کے لیے سب سے ضروری اور قابل توجہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ

زندگی کی مجموعی اور وسیع حقیقت کا اندازہ کیسے کیا جائے تاکہ وہ زندگی کی روز افزوں گتھیوں کو سلجھانے کے لائق بن سکے۔ اصطلاحی و فنی تعلیم، چاہے کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو، مگر ہماری نفسیاتی الجھنوں اور باطنی کش مکش کو دور نہیں کر سکتی۔ چونکہ زندگی کی مجموعی حیثیت و عمل کو سمجھے بغیر فنّی اور اصطلاحی علوم کو نہایت شد و مد سے حاصل کر لیا ہے، اس لیے ایسی مہارت ہماری بربادی کا باعث ہو رہی ہے۔ اگر کسی کو تجزیۂ ذرّات کا علم تو حاصل ہو گیا ہو مگر اس کے دل میں نبی نوع انسان سے محبت کی خوبو بالکل نہ ہو تو ایسا انسان بہ سیرت شیطان ہے۔

ہم اپنی استعداد کے مطابق کسی معقول پیشہ یا کاروبار کو چن لیتے ہیں لیکن کیا اس پیشہ یا کاروبار سے ہماری پریشانی اور تشویش دور ہو جاتی ہے؟ کسی قسم کی فنی تعلیم ایک حد تک بیشک ضروری ہے، لیکن انجینئر، ڈاکٹر یا محاسب بن جانے کے بعد پھر کیا؟ کیا کسی پیشہ کو اختیار کر لینا مقصدِ حیات کو کُلیہ پالینا ہے؟ غالباً بہتوں کے نزدیک یہی منتہائے حیات ہے۔ چاہے ہم اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ اپنے اپنے پیشوں میں مشغول رہ کر گزار دیں، مگر جو سامان ہم تیار کرتے ہیں یا جن کاموں کو انجام دیتے ہیں اور جن پر ہمیں ناز رہا کرتا ہے، وہی ہماری تباہی اور پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں۔ جن اشیا یا پیشوں کی اس درجہ قدر و وقعت ہماری نگاہ میں رہا کرتی ہے اور جو ہمارا طرزِ عمل رہا کرتا ہے، یہی سب آخر میں حسد، نفرت اور کدورت کا ذریعہ ثابت